مکاتیبِ شبلی میں عربی زبان وادب

ابوسفیان اصلاحی ☆

Abstract

Arabic Language and Literature In Shibli's Letters

Commercial links between Arab and India are historically proven even before the advent of Islam.

After the spread of Islam in India, Arabic language became more popular and India produced many Arabic scholars. Allama Shibli Nomani is one of them. His command upon old and modern Arabic language and literature was remarkable. In this article his knowledge about Arabic sources, in his letters to different scholars is discussed.

Key words: *Arabic Language and Literature, Shibli Nomani, Orientalist.*

عربوں اور عربی ادب کا ہندوستان سے نہایت قدیم رشتہ ہے۔ محمد عربی ﷺ کی آمد سے پہلے عرب و ہند کے تجارتی تعلقات کی شہادتیں تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں[۱]، یہی تجارتی رشتے اشاعت اسلام کے اسباب ثابت ہوئے اور ہندوستان کی

☆ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، صدر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا

سرزمین نبوت محمدی کی کرنوں سے آبدار ہوئی، رفتہ رفتہ یہ سرزمین مدارس اور اسلامی مراکز کا گڑھ بنتی گئی ۔ عربی زبان وادب ہندوستانی مسلمانوں کے رگ وپے میں سرایت کرگئی، مدارس اور اسلامی مراکز سے آگے بڑھ کر یہاں کے کالجز اور جامعات میں بھی عربی زبان وادب کی تدریس کا آغاز ہوا۔ سرزمین ہند سے عربی زبان وادب کے بعض ایسے جید علماء پیدا ہوئے جن کی علمی جلالت شان کے حضور خود عرب سرنگوں ہوگئے، علامہ شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) کا ایسے ہی جلیل القدر علماء میں شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی قدیم اور جدید عربی ادب پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ علامہ پہلے ہندوستانی ہیں جنھوں نے جدید عربی ادب سے ہندوستان کو آشنا کیا اور جدید عربی ادب کے فروغ کے لیے محمڈن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ میں ''لجنۃ الادب'' کے نام سے ایک انجمن قائم کی جس میں طلبہ واساتذہ عربی زبان میں مقالات اور قصائد پیش کرتے تھے۔ علامہ کو یہ فکر ہر وقت دامن گیر رہی کہ اگر ہندوستانی علماء جدید عربی زبان وادب سے ناآشنا رہے تو ہمارا تعلق عربوں سے منقطع ہوجائے گا۔ علامہ نے اسی نقطۂ نظر کے تحت ندوۃ العلماء میں جدی عربی زبان وادب کے چلن پر زور دیا۔ طلبہ کو تاکید کرتے رہے کہ وہ عربی تحریر وتقریر کی مشق کرتے رہے۔ علامہ کی انہی توجہات اور تاکیدات کا نتیجہ ہے کہ آج ندوۃ العلماء ہندوستان میں عربی ادب کا سب سے بڑا مرکز ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی مختلف تحریروں میں قدیم اور جدید عربی ادب کے مختلف مراجع ومصادر اور مختلف شعراء اور مصنفین پر اظہارِ خیال کیا ہے، بالخصوص اپنے سفرنامہ اور مقالات میں بعض اہم عربی ادب کے گوشوں کو موضوع بحث بنایا ہے۔ اسی طرح اپنے مکاتیب میں بھی مختلف مقامات پر عربی ادب کی بعض جہتوں پر اپنی قیمتی آراء پیش کی ہیں اس مضمون میں انہی جواہر پاروں کو سمیٹنے کی کوشش کی جائے گی۔

مکاتیب کی ایک خاص خصوصیات یہ ہے کہ علامہ نے بے شمار مصادر ومراجع کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ ان کے محاسن اور معائب پر روشنی بھی ڈالی ہے، عربی کے بہت سے مصادر جن کا حصول آج آسان سے آسان تر ہے۔ لیکن اس زمانے میں ان کی دستیابی ''لانا ہے جوئے شیر'' کے مترادف تھا ان کے لیے علامہ خطوط لکھتے مختلف ناشرین اور اہل علم سے رابطہ قائم کرتے اور طالبین کتب کو ان تصانیف کے حصول کی رہنمائی کرتے، ان کتابوں کا قرآنیات، حدیث، اسلامیات، فقہ، تاریخ، انسان اور دیگر موضوعات سے تعلق ہوتا۔ ان خطوط میں عرب اہل قلم کو موضوعِ بحث بنایا گیا، مستشرقین کی خدمات اور علمی بددیانتیوں کا ذکر کیا گیا، عربی تجارت اور دیگر مباحث پر اظہارِ خیال کیا گیا۔

عربی تصانیف:

علامہ شبلی نعمانی کے خطوط میں مصادر ومراجع اور نوادرات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، مسودات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ خطوط جو روم ومصر وشام سے مختلف شخصیات کو تحریر کیے گئے، ان میں گراں قدر تصانیف کا انبار لگا ہوا ہے۔ یہ وہ مصادر ومراجع اور تصانیف ہیں جن کا حصول کل تک ممکن نہ تھا، بلکہ اہلِ علم ان کے عناوین سے بھی ناآشنا تھے مثلاً بخاری کی شرح ''عینی'' کے متعلق علامہ لکھتے ہیں، ''یہاں (قسطنطنیہ) آج کل عینی کی شرح بخاری چھپ رہی ہے، ۹ جلدیں چھپ چکی ہیں، بہت بڑی کتاب ہے،

حنفیوں کو اس کی تلاش تھی وہاں کسی متصلب حنفی کو درکار ہو تو منگوا سکتے ہیں۔'' ۷

علامہ نے اپنی معرکتہ الآراء کتاب ''المامون'' کے دوسرے حصے کی ترتیب وتسوید کے لیے جن مصادر کی ضرورت تھی انہیں اس طرح ذکر کیا ہے۔تفسیر کبیر،نووی شرح مسلم،نصب الرآیۃ،تخریج ہدایہ،فتح القدیر،ہدایہ،شرح مسلم،موطا امام محمد،میزان، الاعتدال،معانی الآثار،زیلعی کی ہدایہ،مقدمۂ ابن الصلاح ۸۔ایک خط میں یہ وضاحت کی کہ ''مثل الثائر'' کے حاشیہ پر ''ادب الکاتب'' کو شائع کیا گیا ہے۔۱۰

مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کے نام ایک خط میں امام غزالی کی معروف کتاب ''تہافتہ الفلسفۃ'' کی اہمیت وافادیت کو اُجاگر کیا ہے،''لیکن اصل چیز ان کی کتاب تہافت الفلسفہ کا ریویو ہے جس میں ابن رشید نے رد لکھا ہے، میں نے فلسفہ بڑی محنت اور تدقیق سے پڑھا اور مدتوں اس میں منہمک رہا (علی گڑھ آنے سے پہلے) باوجود اس کے میری سمجھ میں وہ کتاب نہیں آئی، مولوی فاروق صاحب سے پڑھنا چاہا وہ بھی کترا گئے میں نے چند دفعہ الغزالی کے کئی کئی صفحے لکھ کر اسی خیال سے چھوڑ دیئے کہ ان کتابوں پر ریویو نہ ہوسکا تو کیا فائدہ، اس کے علاوہ پورے علم کلام کی تاریخ اور اس پر ریویو کو لکھنا پڑے گا۔''اس کے علاوہ امام غزالی نے فقہ کے موضوع پر ''منخول'' اور ''مستصفی'' ترتیب دیا، علامہ نے امام غزالی کی فلسفہ اسلامی کے موضوع پر ''حکمۃ الاشراق'' کا بھی ذکر کیا۔ فلسفہ ومنطق پر امام غزالی کی تصانیف محک النظر، مقاصد الفلاسفہ اور منتخل کو مذکورہ کتب میں شامل کیا۔امام غزالی کے ضمن میں امام رازی کی مطالب عالیہ،نہایۃ العقول،اربعین اور مباحث مشرقیہ کے تذکرے کو مناسب تصور کیا۔

عمر کے آخری دنوں میں علامہ نے سیر الصحابہ کو بھی موضوعِ بحث بنانا چاہا اور فرمایا کہ اس موضوع پر استیعاب: قاضی عبدالبر،اسد الغابہ،اصابہ اور ابن کثیر شامی قابلِ ذکر اہمیت کی حامل ہیں۔مولانا نے ایک مخطوطہ ''کتاب الآلات'' کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ۱۵

امام سیوطی کی ایک کتاب کے باب میں شیروانی صاحب کو تحریر فرماتے ہیں،''سیوطی کی 'اشباہ والنظائر' فن نحو میں ایک کتاب ہے اور فن نحو کی تاریخ اور فلسفہ ہے۔''

فرید وجدی جدید عربی ادب کے ایک مایہ ناز صاحبِ قلم ہیں، اسلام پسند مصنفین میں قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں ۱۷۔علامہ نے مقالات میں ان کی شخصیت کا اظہارِ خیال کیا ہے اور ان کی معلومات کو سطحی اور سرسری قرار دیا ہے ۱۸۔ شیروانی صاحب کے نام ایک خط میں فرید وجدی کی کتاب ''اَلمرأۃالمسلمۃ'' کا ذکر کیا ۱۹، جو دراصل قاسم امین کی کتاب ''المرأۃالجدیدۃ'' کا جواب ہے،ہندوستان میں مولانا آزاد نے ''اَلمرأۃالمسلمۃ'' کو اُردو میں منتقل کیا۔ ۲۰

مولانا نے یورپ کی علمی مہم جوئی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے ایک خط میں صراحت فرمائی یورپ قدمائے اسلام کی تمام تصانیف کی اشاعت کا حد درجہ متمنی ہے۔ادھر ایسی قیمتی تصانیف یورپ کی علمی دلچسپی سے منظر عام پر آئی ہیں جن سے میں واقف نہیں تھا، مثلاً ثعالبی کی تاریخ الفرس، کتاب المحاسن والمساوی بیہقی، عیون الاخبار ابن قتیبہ اور کتاب البخلاء للجاحظ عجیب کتابیں ہیں۔ ۲۱

اپنے ایک دوسرے خط میں بعض عربی تصانیف کا ذکر کرتے ہوئے خصائص ابن جنی ۲۲، قسطاس المستقیم غزالی،

میزان العمل غزالی، احاطۃ فی تاریخ غرناطۃ للسان الدین بن الخطیب اور مخصص لابن سیدہ کے نام لیے ہیں۔ ۲۳

مولانا نے اپنے بعض خطوط میں تراجم کا بھی ذکر کیا ہے، اسی توسط سے مشہور یونانی شاعر ہومر کی نظم الیڈ ۲۴ کا ترجمہ دائرۃ المعارف بیروت سے شائع کیا گیا ہے ۲۵۔ اسی طرح موسیولی کی فرنچ تصنیف کا ترجمہ ''روح الاجتماع'' کے نام سے عربی میں کیا گیا۔ مولانا شیروانی کو یہ بھی اطلاع دی کہ مصر سے ثمار القلوب للثعلبی شائع ہوگئی ہے ۲۶۔ ایک مکتوب میں اصابہ جلد اخیر، ابن خلکان، نفح الطیب، عقد الفرید ۲۸ اور الدر المنثور فی طبقات ربات الخذ ور کا ذکر کیا گیا ہے ۲۹۔ علامہ نے سمعانی کی ''کتاب الانساب'' ۳۰ کے متعلق رقم فرمایا کہ ''انساب سمعانی کا مکمل نسخہ مطبوعہ فوٹو ہاتھ آیا، بڑی ضخیم کتاب ہے اور نہایت مستند ہے۔'' ۳۱

علامہ شبلی نے مولانا حمید الدین فراہی سے اپنے خطوط میں مختلف علمی بالخصوص قرآنی موضوعات پر گفتگو کی ہے، نیز انہیں نئی مطبوعات کے باب میں مطلع بھی کرتے تھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ، میں نے سیبویہ کی ''الکتاب'' اور ''شرح طوالع'' خرید لی ہیں ۳۲۔ علامہ شبلی مولانا فراہی کو عربی اور انگریزی دونوں کا ماہر تصور کرتے تھے۔ اسی لیے آپ سے ''الدروس الأولیۃ'' ۳۳ کی تدریس کے لیے کہا جو ندوہ کے نصاب میں علامہ نے داخل کیا تھا، یہ طبعیات جدیدۃ کے موضوع پر ایک قابل قدر تصنیف تھی، اسے وہی پڑھا سکتا تھا جسے انگریزی بھی آتی ہو ۳۴۔ ایک اور خط میں مولانا فراہی کو اطلاع دیتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی کتاب العقل والنقل (چار جلدوں میں) اور محصل امام رازی مع نقد المحصل طوسی بھی چھپ کر منظر عام پر آ گئی ہے ۳۵۔ ایک مقام پر علامہ رقم طراز ہیں کہ ابن قیم کی ''اقسام القرآن'' اور ''کتاب فی القضاء والقدر'' نہ دیکھا ہو تو یہاں سے منگوا سکتے ہو۔ ۳۶

مولانا سید سلیمان ندوی نے عربی میں ''جغرافیہ اور مسلمان'' کے موضوع پر مضمون لکھنے کے درمیان علامہ سے سوالات کیے تو جواب میں آپ نے تحریر کیا ''مسعودی کتاب التنبیہ والاشراف'' میں جہاں جہاں حصہ ہائے زمین کا نام لیا ہے، آسیا اور فا اور افریقہ لکھا ہے۔ شاید مروج الذھب میں بھی یہ الفاظ آئے ہوں۔ ۳۷

سید صاحب کے نام ایک خط میں رقم طراز ہیں کہ ''عبدالوہاب نجدی کی کتاب الھدیٰ النبوی کے چند صفحات کی نقل بھیجو تو میں اس کے متعلق رائے قائم کر کے اس کی نقل کی اجازت دوں۔

تاریخ الاسلام ابراہیم بن عبداللہ کی جو عبارت تم نے نقل کی ہے اس میں کوئی نئی بات نہیں، یہ باتیں اور کتابوں میں مذکور ہیں صرف یہود سے جزیہ نئی بات ہے، لیکن اس کا ثبوت نہیں۔'' ۳۸

علامہ نے سیرت ابن ہشام ۳۹ کی تعریف و توصیف اس انداز میں بیان کی ہے، ''سیرت شامی فی الواقع سب سے بڑی اور محققانہ کتاب ہے، لیکن افسوس کہ ملتی نہیں۔ عماد بن کثیر کا پتہ لگاؤ، وہ بھی نہایت محققانہ اور محدثانہ ہے۔ عبدالوہاب نجدی کی سیرت کی نقل تم نے نہیں بھیجی، دولابی کے دو چار صفحے بھیج دو'' ۴۰۔ اپنے عزیز شاگرد کو یہ اطلاع دی کہ ثعلبی کی کتاب ''غرر تاریخ الفرس'' فرانس سے شائع ہوگئی ہے ۴۱۔ ایک خط میں مزید اطلاع دی کہ جو معجم الادباء کی چھٹی جلد آ گئی ہے، اس میں جاحظ کا بھی حال ہے۔ اس کی کتاب ''دلائل النبوۃ'' کے سو نسخے ایک وقت ایک مصنف نے لوگوں کے پاس دیکھے آج ایک صفحہ موجود نہیں۔'' ۴۲

حضرت عائشہ پر سید صاحب کی معروف کتاب سے کون واقف نہیں؟ اس کی ترتیب و تسوید میں علامہ نے اپنے شاگرد کی

خاص رہنمائی کی ہے۔اسی تعلق سے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ،''مسند عائشہ میرے پاس ہے، میں دے دوں گا،طبقات میں لغویات زیادہ ہیں اس سے کیا فائدہ۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد کافی ہیں''۴۳۔ایک خط میں اہل مسکویہ کی تجارب الامم اور تہذیب التہذیب۴۴ کا ذکر کیا ہے۴۵۔اسی طرح نکلسن کی کتاب *Literary of the Arab* کے متعلق فرمایا ہے کہ صورتا میں نے دیکھی ہے۔ ۴۶

قرآنیات:

مذکورہ سطور سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ علامہ کو عربی مصادر و مراجع سے کتنی گہری عقیدت تھی، نیز عربی نوادرات، مخطوطات اور مطبوعات تک رسائی کے لیے کس درجہ فکر مند تھے،اس عقیدت مندی اور فکر مندی کا تعلق صرف اور صرف بحث و تحقیق سے تھا۔ وہ اپنے علمی ذوق کے توسط سے ملتِ اسلامیہ کے اندر بھی تصنیفی اور تحقیقی سماں باندھنے کے آرزومند تھے اسی لیے مولانا عبدالماجد دریابادی نے انہیں مصنف اور مصنف گر کے خطاب سے یاد کیا۔عربی مصادر و مراجع کی طرح علامہ کے خطوط میں قرآنیات کا بھی ایک بڑا قیمتی سرمایہ موجود ہے، قرآنی تصانیف، قرآنی مباحث اور ماہرین و مفسرین قرآن کریم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

منشی محمد امین صاحب نے علامہ سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا،''نہیں قرآن مجید میں متعہ کے جواز کی کوئی آیت نہیں البتہ جنگ خیبر میں عارضی طور سے آنحضرتﷺ نے اس کو جائز کر دیا تھا اور پھر حرام کر دیا گیا، متعہ کا جواز زنا سے کچھ ہی کم درجہ پر ہے، ازواج کا مقصود زوجین کا ابدی تعلق ہے، نہ فوری اور نہ وقتی۔

دوازدہ امام نے ہم لوگوں کی روایت کے موافق کبھی متعہ کو جائز نہیں کہا۔''۴۷

مستعصم باللہ آخری خلیفہ بغداد کے دربار کا خوش نویس تھا،اس کے ہاتھ کا قرآن لکھا ہوا لکھنؤ میں ایک کتب فروش کے پاس موجود ہے۔اس کے متعلق مولانا فرماتے ہیں،''یاقوت مستعصمی کے نسخہ قرآن کو آپ خود یہاں آکر دیکھئے، تین ہزار میں طے ہو جائے گا پورا نسخہ۔''۴۸

مولانا فراہی کے نام ایک مکتوب میں کچھ تفاسیر کے متعلق لکھتے ہیں،''نظام القرآن کا میں شوق سے خیر مقدم کروں گا۔ ابو مسلم ہی ایک شخص ہے جو دل و دماغ رکھتا ہے، وہ معتزلی ہے،اس کی تفسیر بارہ جلدوں میں ہے اور رازی کی تفسیر سے پہلے اسی کا نام کبیر تھا، میں نے اس کا کسی قدر حال اپنی نئی تصنیف علم الکلام میں لکھا ہے جو ابھی شائع ہوئی ہے۔اس کا پورا نام محمد بن علی بن میریزد تھا۔ ۴۵۷ھ میں وفات ہوئی، بہت بڑا ادیب و معقولی تھا۔''۴۹

علامہ کو مولانا فراہی سے غیر معمولی تعلق تھا اور یہ تعلق صرف علم و فضل کی نسبت سے تھا اس لیے بے تکلفی سے انہیں علمی مشورہ دیا کرتے تھے۔ان مشوروں سے علامہ کی خرد نوازی پوری طرح عیاں رہتی، مثلاً تفسیر فراہی کے نام کے متعلق فرماتے ہیں، ''نظام القرآن کو میں شوق سے دیکھوں گا اور اپنا معتدبہ وقت صرف کروں گا لیکن نام بدل دو، یعنی 'الف' گھٹا دو۔'' جاحظ اور عبدالقادر نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے،اس کا نام نظم القرآن تھا۔نظام میں ذرا بھدا پن ہے۔۵۱

ایک دوسرے خط میں علامہ نے تفسیر نظام القرآن کے حسن بیان کی تعریف کی لیکن اس نظم قرآن کے باب میں علامہ

نے کسی حتمی رائے سے گریز کیا اور فرماتے ہیں، ''ایک اور امر یہ ہے کہ تم صرف رابط چیزوں کو لے لیتے ہو حالانکہ اعتراض یہ ہے کہ دو مربوط مطلب کے بیچ میں جو غیر متعلق باتیں آجاتی ہیں وہ سلسلۂ کلام کو برہم اور غیر منظم کر دیتی ہیں ان کا تعلق اور ربط ثابت کرنا چاہیے۔'' ایک دوسرے خط میں اسی بے ربطی کا اظہار ان کلمات میں کیا اور پھر نظام القرآن کے اجزاء کو دیکھا، اس میں شبہ نہیں کہ اب زیادہ وجوہ ربط معلوم ہو جائے، لیکن جن دو آیتوں میں تم ربط بتاتے ہو ان کے درمیان میں اور آیتیں آجاتی ہیں جو بظاہر ان دونوں سے بے تعلق معلوم ہوتی ہیں، تاہم مجموعی طور سے یہ کوشش بے سود نہیں۔ ۵۳

تفسیر نظام القرآن کے ایک جزء تفسیر سورہ ابی لہب کے متعلق علامہ یوں رطب اللسان ہیں، ''تفسیر پر تم کو مبارکباد دیتا ہوں تمام مسلمانوں کو تمہارا ممنون ہونا چاہیے۔ ۵۴

مولانا فراہی چونکہ قرآنیات میں یکتائے روزگار تھے اور علامہ کو اپنی عربی دانی اور قرآنیات پر پوری طرح اعتماد تھا اس لیے قرآنیات کے اکثر مسائل و مباحث کے متعلق مولانا فراہی سے دریافت کرتے۔ ایک سوال یوں ہے، ''سورۂ احزاب میں آنحضرت ﷺ کو ازواج کی جو اجازت ہے اور عدل کی قید بھی اُڑا دی گئی ہے یہ کیا بات ہے۔'' ۵۵

علامہ نے فراہی سے دو سوالات کی تفصیل یوں دریافت کی۔

۱۔ توریت میں بتصریح موجود ہے کہ حضرت اسمٰعیل بئر سبع یا فاران میں آباد ہوئے۔ کتاب پیدائش باب ۲۵ میں ۱۸ میں یہ الفاظ ہیں، ''اور وہ حویلہ سے شور تک، جو مصر کے سامنے اس راہ میں ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں، لیتے تھے۔ ان کا قطعۂ زمین ان کے سب بھائیوں کے سامنے پڑا تھا۔''

ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل و ہاجرہ عرب میں نہیں آئے اس سے متعلق تمہاری کیا تحقیق ہے؟ اور کیا تورات سے بالکل قطع نظر کر لینی چاہیے؟

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ بخاری کتاب الانبیاء میں ایک حدیث موضوع ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل جب مکہ میں آئے تو شیر خوار تھے، لیکن تورات میں جہاں ختنہ کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب حضرت اسمٰعیل کا ختنہ کیا تو ان کی عمر تیرہ برس کی تھی۔ ان دونوں میں کیونکر تطبیق ہو سکتی ہے؟ ۵۶

ایک خط میں لفظ ''مکہ'' کے باب میں سوال کیا گیا، ''زبور ۸۴ آیت ۶ میں وادیٔ بکا کا لفظ ہے بعض یورپین کی رائے ہے کہ یہ بکہ ہے جو مکہ کا نام ہے، لیکن موجودہ نسخوں میں اس کی شکل بکا کی ہے۔ اس کے متعلق تحقیق کر کے لکھو۔ ۵۷

لفظ بکہ کی تحقیق مولانا نے علامہ کو روانہ کیا لیکن مزید استفسارات کے خواہش مند ہوئے۔ فرماتے ہیں، ''وادی بکا۔ بکا کا املا اس طرح لکھتے ہیں کہ 'بکاء' یہ بھی ہو سکتا ہے، چنانچہ ایک نسخہ میں یہی معنی لیے ہیں۔ اس لیے عبرانی نسخہ دیکھو کہ کیا ہے؟ ایک دوسرے خط میں مزید رقم طراز ہیں کہ اشعار عرب میں جہاں کہیں مکہ کا ذکر ہو اس کی رہنمائی کرو اور عبرانی میں بکہ کا تلفظ ''بخا'' ہے، جس کا مفہوم 'رونا' ہے، اس بنا پر زبور کی آیت کو نصاریٰ مکہ متعلق نہیں مانتے۔

۲۔ ان آیتوں کا حوالہ لکھو جن میں قربانیوں کے لیے ''بکر'' ضروری ہے۔ بعض اور باتیں جو تم نے لکھیں ان کے حوالے نہیں نقل کیے۔

۳۔ مزمور ۸۳ میں اوس وخزرج کا ذکر نہیں صرف اسمٰعیل کا لفظ ہے۔

۴۔ مورۃ کے کیا معنی ہیں، جس کو انگریزی میں تحریف کر دیا ہے۔

ایک مبسوط کتاب ایک انگریز نے صرف اس بحث پر لکھی ہے کہ حضرت اسمٰعیل ذبیح نہ تھے اور نہ رسول اللہ ﷺ کو ان سے نسبی تعلق ہے۔ میں اس کو ساتھ لیتا آؤں گا۔ عبرانی عبارتیں بھی نقل کی ہیں اور مسلمانوں کے تمام استدلالات بھی۔

خاص کر قرآن مجید پر ایک انگریزی کتاب ہے وہ بھی ساتھ لاؤں گا۔

جرمن کے مشہور پروفیسر نولدیک اور ولہاوسن ہیں۔ جن کی تحریر تمام یورپ میں مستند ہے۔ ان کا ترجمہ میں نے کرلیا ہے، نولدیک نے صرف قرآن پر لکھا ہے۔'' ۵۸

ایک دوسرے خط میں ''ذبیح'' کا مسئلہ اس انداز میں پیش کیا گیا ہے، ''تمہارے خط کا بہت انتظار ہے، جس خط میں تم نے حضرت اسمٰعیل کے ذبح ہونے پر آٹھ نو دلیلیں لکھی تھیں، اس میں تورات کے نصوص نہیں نقل کیے وہ لکھ بھیجو، مثلاً یہ کہ قربانی سے مراد خدمت ہیکل ہے۔ اولاد اسمٰعیل کا بڑے بال رکھنا وغیرہ وغیرہ۔'' ۵۹

ایک خط میں آیت تخییر سے متعلق سوال کیا گیا، ''آیت تخییر (ازواج) اعتزال، مظاہرہ، ازواج تین واقعے الگ الگ بیان کیے جاتے ہیں، لیکن میرے نزدیک سب ایک ہی سلسلہ کے اور ہم زماں ہیں۔ ابن حجر کی بھی یہی رائے ہے تم اپنی تحقیق لکھو۔

لیکن سب سے مقدم بحث یہ ہے کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کا مظاہرہ ایسی کیا چیز تھی جس کے لیے خدا و ملائکہ و صالح المومنین کی اعانت کی ضرورت پڑی۔

یہ پہلو علمی دنیا کے سامنے مخفی نہیں کہ علامہ نے اپنی تصنیف و تحقیق میں جگہ جگہ مولانا فراہی سے استفادہ کیا ہے، اسی استفادے کی ایک صورت درج ذیل خط بھی ہے۔

''سورۂ برأت کے متعلق ایک اور امر نہایت اہم اور اساس مباحث عظیمہ ہے، یعنی یہ سورہ کب اتری، صحاح ستہ میں فتح مکہ کے بعد اس کا زمانہ ہے، یعنی ۹ھ میں۔

لیکن بظاہر صلح حدیبیہ کو جب کفار نے توڑ ڈالا ہے، اس کے بعد اور اسی کے متعلق یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سورہ میں صاف مسجد حرام کے پاس جو معاہدہ ہوا تھا اس کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے،

''اس پر جب تک کفار قائم رہیں تم بھی قائم رہو۔'' ۶۰

ظاہر ہے کہ مسجد حرام کے پاس حدیبیہ کے سوا اور کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا لیکن فتح مکہ کے وقت تمام اہل مکہ مطیع ہو گئے اور پہلا معاہدہ بالکل بے تعلق ہو گیا اور پھر کوئی دوسرا معاہدہ طے نہیں ہوا اس لیے اگر یہ سورہ ۹ھ میں اُتری تو اس کا تعلق کس معاہدہ سے ہوا۔'' ۶۱

سید سلیمان ندوی کے نام ارسال کردہ خطوط میں خاصے علمی مباحث موجود ہیں ایک خط میں قرآن مجید کے دو نسخوں کا ذکر ہے۔ علامہ نے اس کا تعارف اس طرح پیش کیا، ''قران مجید قلمی ہے، جس کا صرف پہلا صفحہ طلائی ہے، باقی سادہ ہے۔ وہ حکیم مرزا

مہدی کا ہے۔ جونخاس جدید کے دل کے نیچے رہتے ہیں، ان کے مکان پر سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ خود اندر جا کر دے آؤ اور رسید لے کر میرے پاس بھیج دو۔ نواب علی حسن خاں کا قرآن بھی طلائی ہے لیکن وہ سراپا طلائی ہے۔ دونوں میں امتیاز کر لینا آسان ہے۔ ٦٢

قرآنیات سے متعلق ایک مکتوب اس طرح ہے کہ جوتم نے کعبہ کی تعمیر اور ذبح کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ قرآن مجید میں **فبشرناہ بغلام حلیم** جہاں ہے، اس سے ہر شخص نے حضرت اسحاق کو مراد لیا ہے، کیونکہ بشارت کا ان ہی کے متعلق دوسرے مواقع میں آیا ہے اور اسی کے بعد یہ آیت ہے، **فلما بلغ معه السعی** اس لیے اس سے بھی حضرت اسحاق مراد ہو سکتے ہیں؟ اس کا کیا جواب ہے؟'' ٦٣

مذکورہ سوالات اور قرآنی مباحث سے واضح ہے کہ قرآنیات کے باب میں علامہ کو اللہ نے کس قدر وسعتِ نظر عطا کی تھی۔ ان سوالات کے پیچھے دو باتیں ہیں۔ ایک تو اس کے ذریعہ تلامذہ کی تربیت مقصود تھی اور ان کی تنقیدی اور تحقیقی صلاحیتوں کو جلا دینا مطلوب تھا۔ علامہ کی تصانیف اور مقالات کی روشنی میں یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں کہ قرآنیات پر آپ کی گہری دسترس تھی۔

عربی ادب:

ہندوستان کے تمام علما کرام میں اس حیثیت سے بھی انفرادیت اور اولیت حاصل ہے کہ ہندوستان میں جدید عربی ادب کے تعارف و ارتقاء میں علامہ کی غیر معمولی خدمات ہیں۔ مکاتیب میں بہت سے قدیم اور جدید موضوعات کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان مکاتیب میں عربی ادب کے بعض جدید موضوعات پر جس وقت اظہار خیال کیا گیا تھا، اس وقت شاید ہی کوئی ان موضوعات اور شخصیات سے واقف ہو۔ علامہ نے ایک خط عربی تعلیم کے حوالے سے جدید اور قدیم کا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ ترکی کے تعلیمی مسائل کو دیکھنے کے بعد علامہ نے اپنے تاثرات مندرجہ کلمات میں قلم بند کیا۔

افسوس ہے کہ عربی تعلیم کا پیمانہ یہاں بہت چھوٹا ہے اور جو قدیم طریقۂ تعلیم تھا اس میں یورپ کا ذرا پرتو نہیں۔ جدید تعلیم وسعت کے ساتھ ہے، لیکن دونوں کے حدود جدا رکھی گئی ہیں، جب تک یہ دونوں ڈانڈے نہ ملیں گے اصلی ترقی نہ ہو سکے گی، یہی کمی تو ہمارے ملک میں ہے، جس کا رونا ہے۔'' ٦٤

علامہ شبلی نعمانی ایک عظیم شخصیت کا نام ہے جنہیں علوم اسلامیہ اور عربی زبان وثقافت سے گہرا ربط تھا اور عرب شخصیات سے متعلق آپ کو وافر معلومات تھیں۔ عرب شخصیات میں رشید رضا ایک بڑا نام ہے۔ علوم و معارف کے مختلف میدانوں میں اپنی خدماتِ جلیلہ کی وجہ سے معروف و مقبول ہیں۔ جمال الدین افغانی محمد عبدہ کے خوابوں کو حقائق کا رنگ دینے میں حد درجہ جدو جہد کی۔ علامہ شبلی کو بھی ان کی علمی و اسلامی فتوحات کے سبب ان سے عقیدت تھی، جس کا اظہار علامہ نے اس طرح کیا۔

''سید رشید رضا مصر سے روانہ ہو گئے۔ ۲۲/ مارچ کو بمبئی آجائیں گے۔ میں نے لکھ دیا تھا، اس لیے وہ لارڈ کچنر سے مل کر اور ان کی رضامندی لے کر آتے ہیں، انہیں کو جلسہ کا صدر بنانا چاہیے اور یہ میں نے اُن کو لکھ بھی دیا تھا، اس بات سے جلسہ کی عظمت ہو گی۔ ان کے نام کی وجہ سے اکثر لوگوں نے آنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔'' ٦٦

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کے نام ایک دوسرے خط میں رشید رضا مصری کے مقام و مرتبہ کو اس طرح اُجاگر کیا،
''آپ کا توسط مشکلات کو حل کر دے گا، دوسرے یہ کہ سید رشید رضا کی وقعت اور موجودگی اور پریسیڈنٹی سے فائدہ اٹھایا جائے، اس کے لیے بھی آپ کی ضرورت ہے۔'' ۶۷

علامہ کی خواہش تھی کہ بنفس نفیس بمبئی جا کر رشید رضا مصری کا پُر جوش استقبال کریں، لیکن جلسے کے انتظامات میں مصروفیات نے آپ کو ہلنے نہ دیا، لیکن پروفیسر عبدالقادر کو لکھتے ہیں کہ ''ندوہ کے سالانہ جلسے کی شرکت کے لیے مصر کے نامور عالم سید رشید رضا مصر سے چل چکے۔ ۲۲ / مارچ ۱۹۱۲ء کو بمبئی پہنچ جائیں گے۔ ممکن ہو تو آپ بھی ان کا استقبال بندرگاہ پر کیجیے۔'' ۶۸

جدید عربی ادب کی ایک معروف و مشہور شخصیت قاسم امین (۱۸۶۳ء-۱۹۰۸ء) کا ذکر بھی مکاتیب شبلی میں موجود ہے۔ قاسم امین نے اپنی دونوں تصانیف ''المرأۃ الجدیدۃ'' اور ''تحریر المرأۃ'' سے اسلامی دنیا میں ایک اضطراب پیدا کر دیا۔ اس کی تردید اور تائید میں بے شمار مضامین اور تصانیف ترتیب دی گئیں۔ قاسم امین کے بہت سے نسائی خیالات سے اختلاف ممکن ہے لیکن اس سے انکار ممکن نہیں کہ اس نے لوگوں کو مجبور کیا کہ عورتوں کے مسائل پر توجہ دی جائے اور انہیں ازکار رفتہ ہرگز تصور نہ کیا جائے۔ مولانا نے بھی قاسم امین کی لیاقت کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

> ''باقی تعلیم کے متعلق مصر میں جو دو رسالے لکھے گئے ہیں، یعنی ''تحریر المرأۃ'' و ''المرأۃ الجدیدۃ''، وہ نہایت آزادی اور قابلیت سے لکھے گئے ہیں۔ تحریر المرأۃ کا جواب المرأۃ المسلمۃ بھی غایت عالمانہ اور فلسفیانہ طریقہ سے لکھا گیا۔ اردو میں رسالے لکھے گئے، مثلاً حقوق نسواں وغیرہ وہ عامیانہ رسالے ہیں، قدیم اخلاق کی کتابوں میں مثلاً اخلاق جلالی اور احیاء العلوم میں بھی عورتوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق جستہ جستہ باتیں ہیں۔'' ۶۹

قاسم امین ضرور ایک آزاد خیال صاحب قلم ہے لیکن اس کی فکر انگیزی اور بلند خیالی سے انکار ممکن نہیں۔ عورتوں کے بہت سے زاویوں پر سوچنے کا یہ انداز اچھوتا اور قابلِ تعریف ہے۔'' ۷۰

جرجی زیدان (۱۹۱۴ء-۱۸۶۱ء) ایک مصری عیسائی مصنف ہے، ایک صاحب طرز ادیب، نامور صاحب قلم اور قابلِ ذکر محقق ہے۔ عربی زبان کو سنوارنے اور اسے مالدار بنانے میں اس کی گراں قدر خدمات کو فراموش نہیں کرنا ممکن نہیں۔ یہ کہنے میں تامل نہیں کہ تاریخ ادب عربی میں اس کی تصنیف انفرادیت کی حامل ہے۔ اس نے بہت سے ان مسائل کو اُٹھایا جن سے اور کتابیں خالی ہیں۔ جرجی زیدان اپنی تمام تر عالمیت کے باوجود اسلام کی حقانیت کو داغدار کرنے کی پوری کوشش کی ہے، جب کہ ایک تحقیق اور صاحبِ علم کا فریضہ ہے کہ سچائی کا علمبردار ہو، لیکن بے شمار عیسائی مصنفین اور مستشرقین نے عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت میں اسلام کو ہدفِ تنقید بنایا۔ علامہ نے جرجی زیدان کی بعض علمی بد دیانتیوں کے جوابات دیئے ۷۱۔ جرجی زیدان نے اسلامی ثقافت و حضارت پر اعتراضات کیے تو مولانا نے ہندوستان سے اس کا عالمانہ جواب تحریر کیا ۷۲۔ یہ جواب مولانا نے عربی میں تحریر کیا تھا جو المنار میں شائع ہوا اور بعد میں اس کا ترجمہ ''الندوۃ'' میں شائع ہوا۔ جو علامہ کے مقالات میں شامل ہے ۷۳۔ علامہ نے جرجی زیدان کی شناعت اور علمی منافقت کا انکشاف ان الفاظ میں کیا،

''تمدن اسلام کا ضرر بہت متعدی ہوا، یہاں تک کہ ڈاکٹر ہارویز پروفیسر علی گڑھ نے اپنی تحریری رائے یونیورسٹی میں بھیجا کہ امتحانات فاضل وعالم میں وہ داخل درس کی جائے۔ مجھ پر اس کا سخت اثر ہوا اور میں سب کام چھوڑ کر اس کی دروغ بیانیوں پر ایک مضمون لکھنا شروع کیا، اس وقت تک بیس صفحے ہو چکے ہیں، عربی میں لکھوں گا اور عربی اخبارات میں طبع کراؤں گا۔لیکن اس کا تیسرا حصہ نہیں ہے، آپ کے پاس ہے تو بھیج دیجئے۔'' ۷۴

جرجی زیدان کے خیالات اس قدر شر انگیز اور حقائق کے برعکس تھے کہ مولانا نے اس کی تردید کے لیے اپنی تمام تر کاوشوں کے ساتھ اس میں منہمک ہو گئے، اس صنف واستغراق کی وجہ سے آپ کی ایک آنکھ متاثر ہوگئی۔ لکھتے ہیں کہ!

''تمدن کے رو میں ابتداء ایک ہفتہ میں اس قدر انہاک رہا کہ ایک آنکھ میں پانی اترتا محسوس ہوا اور اب اس سے حرف نظر نہیں آتے۔ ایک آنکھ جو صحیح ہے اس پر بھی بہت بار معلوم ہوتا ہے۔ اب لکھنا پڑھنا بالکل کم ہو گیا ہے، اس لیے ساٹھ صفحے ہو کر رہ گئے اور اسی پر کتاب ختم کر دی'' ۷۵۔ اس کی اہمیت کی طرف یوں اشارہ کیا، ''المنار میں یہ رسالہ بتدریج شائع ہوگا، خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان کی آبرو مصر میں قائم رہی۔'' ۷۵

اوپر یہ ذکر آچکا ہے کہ مولانا نے یہ جواب عربی اور اردو دونوں میں تحریر کیا تھا، لیکن اصل تردید عربی میں ہے، یہ روح اردو میں نہ آسکی۔ لکھتے ہیں کہ، ''اس کی وجہ یہ ہے کہ طبیعت کا زور عربی میں مصروف تھا، کیونکہ اصلی مخاطب عرب وشام تھا'' ۷۶/۱ مولانا اپنے عربی مضمون کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ، ''سو صفحہ کی کتاب ہوگئی ہے اور لٹریچر بھی ایسا ہے کہ مصر والے بھی ہندوستان کو کچھ چیز سمجھیں گے۔ ۷۶/۲

علامہ کے روم ومصر وشام کے سفر کی وجہ سے بے شمار عرب اصحاب قلم، صحافی حضرات اور مدیرانِ اخبارات سے آپ کے تعلقات استوار ہوئے۔ پہلی بار ہندوستان میں کثیر تعداد میں مجلات واخبارات آنے لگے اور ان کے مضامین کے تراجم یہاں کے مجلات واخبارات میں شائع ہونے لگے، چنانچہ اپنے سفرنامہ میں بہت سے عرب مصنفین اور عربی اخبارات ومجلات کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح جدید عربی زبان وادب کی تبدیلیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے ۷۷۔ اپنے مکاتیب میں بھی بعض مجلات کا ذکر کیا ہے۔ رشید رضا کے مشہور مجلہ ''المنار'' کا ذکر ان کلمات میں کیا،

''جرجی زیدان کا رد (پروف) بھیج دیا تھا۔ المنار نے بہت احسان مندی ظاہر کی کہ بڑا اہم کام انجام پایا جس کی یہاں کے لوگوں کو ہمت نہیں ہوتی تھی، گو میں نے انہیں ابھارا بھی تھا۔'' ۷۸

فرید جدی (۱۸۷۸ء-۱۹۵۴ء) ۷۹ کے مشہور رسالہ ''الحیاۃ'' ۸۰ کے باب میں علامہ رقم طراز ہیں کہ مصر میں ایک پرچہ اسلام کے ثبوت اور فلسفہ، حال کی تطبیق پر نکلا ہے اور ماہوار نکلتا ہے، زور کا پرچہ ہے اور واقعی عمدہ ہے۔ ایڈیٹر فرنچ اور جرمن زبان کا ماہر ہے۔ میں نے منگوایا ہے اور مسلسل آرہا ہے۔ ماہوار ہے لیکن صفحے کم ہوتے ہیں۔ ۸۱

علامہ نے اپنے ایک خط میں متعدد مصری مجلات مثلاً ثمرات الفنون ۸۲، اسلام ۸۳، طرابلس ۸۴، المنار، الہلال ۸۵ وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور مزید اپنے مکتوب الیہ سے مخاطب ہیں لیکن معلوم نہیں آپ کس مذاق کے طالب ہیں، اگر علمی مضامین چاہتے

ہیں تو مصر کا ماہوار رسالہ المقتطف ۸۶ طلب فرمایئے اور اگر پالیٹکس وغیرہ مطلوب ہو تو قاہرہ کا اخبار ''المؤید'' ۸۷۔ میرے پاس جو اخبار آتے ہیں، ان کو فرمایئے تو ملاحظہ کے لیے بھیج دوں۔ ۸۸

اس بات کا ذکر آچکا ہے کہ علامہ اپنے شاگرد اور ماموں زاد بھائی مولانا حمید الدین فراہی کے ساتھ مختلف قرآنی اور علمی مسائل و مباحث میں اشتراک کیا کرتے تھے اور انہیں اپنی برادری کا تاج تصور کرتے تھے ۸۹۔ اپنے ایک مکتوب میں مولانا کے علمی تفوق کا ذکر یوں کرتے ہیں، ''قرآن مجید کے شبہات کا جواب یورپ کے مقام میں تمام ہندوستان میں کوئی شخص مولوی حمید الدین پروفیسر میور کالج سے بہتر بلکہ بھی نہیں کر سکتا، وہ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اور علما قدیم سے کتابیں ختم کر کے بی اے ہوئے اور ۸ برس سے قرآن مجید کی خدمت کر رہے ہیں۔ قرآن مجید کے اشکالات پر ان کے چھ رسالے عربی زبان میں شائع ہو چکے ہیں، جن پر علمائے مصر نے حیرت ظاہر کی۔ ۹۰

علامہ نے مختلف حیثیتوں سے مختلف مقامات پر مولانا فراہی کی عبقریت اور آفاقیت کا اعتراف کیا ہے اور ان کی نظیر ہندوستان کے علماء میں ملنی دشوار ہے۔ ایک دوسرے خط میں علامہ نے آپ کی صلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے ایک شکایت بھی کی۔ لکھتے ہیں کہ انگریزی داں تھے، عربی داں تھے، لیکن ان سب کچھ ہونے کے ساتھ بھی کچھ نہیں۔ بہتیرا کہا کہ یورپ کے فلسفہ کا ہلکا سا ڈھانچہ بھی کر دو تو بہت بصیرت ہو، تم کو کس کی پرواہ ہے، حالانکہ جو حصہ لکھ رہا ہوں اس میں مدد دینا ایک مذہبی اور قومی کام ہے۔'' ۹۱

علامہ نے مولانا فراہی کے متعدد تفسیری اور ادبی خدمات کا تعارف اور تبصرہ اپنی تحریروں اور الندوہ میں کرایا ۹۲، سابقہ سطور میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا، آپ کی تفسیر نظام القرآن کو ایک منفرد تفسیر قرار دیا، اسی طرح مولانا فراہی کی مشہور کتاب ''جمہرۃ البلاغۃ'' ۹۳ کی اپنے مکاتیب میں دو جگہ مدح سرائی کی۔ ایک مکتوب میں مولانا سے مخاطب ہیں، ''بلاغت کے بعض اجزاء معمولی اور سرسری ہیں ارسطو کا روالبتہ قابل قدر ہے میں الندوہ میں اس کا اقتباس (پشت پر) درج کروں گا۔'' ۹۴

علامہ نے ایک مکتوب میں بلاغت اور اعتزال کے موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ، ''بلاغت کا پورا فن جس سے قرآن مجید میں ہر جگہ کام لیا جاتا ہے، جاحظ، عبدالقادر جرجانی، سکاکی کا بنایا ہوا ہے، یہ سب معتزلی تھے، کسی نے نہیں کہا کہ ان پر قوم کو اعتماد نہیں۔ تفسیر کشاف تمام محدثین تک پڑھتے تھے حالانکہ اس میں اعتزال بھرا ہوا ہے۔'' ۹۴

علامہ نے ''بلاغۃ النساء'' کے عنوان سے ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جس میں مشہور خاتون عرب کے لیکچرز جمع کیے گئے ہیں۔ ۹۴

مولانا فراہی کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے علامہ نے ابن تیمیہ کو ایک جلیل القدر اور صحیح العقیدہ مصنف قرار دیا۔ جب سید صاحب نے حیات مالکی لکھنی شروع کی تو اس کے رد میں علامہ نے مندرجہ ذیل تاثرات ظاہر کیے۔ تم نے شروع کر دیا تو خیر، ورنہ تیمیہ کی لائف فرض اولین ہے۔ مجھے اس شخص کے سامنے رازی وغزالی سب ہیچ نظر آتے ہیں۔ ان کی تصنیفات میں ہر روز نئی باتیں ملتی ہیں، بار بار دیکھنا شرط ہے، اس شخص کی رائے ہے کہ یہود و نصاریٰ اگر اپنے مذہب پر قائم رہیں (تثلیث چھوڑ کر) اور اعمال حسنہ بجا لائیں تو اسلام ان کو اجازت دیتا ہے۔ اس پر کافی بحث کی ہے گو اصل نتیجہ کو کسی قدر ماند کر دیا ہے، تمام قرآن مجید سے استدلال کیا ہے۔'' ۹۵

علامہ نے اپنے مکاتیب میں عربی اشعار اور بعض شعراء کا بھی ذکر کیا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں جاہلی اشعار کے اندر کلام منحول کے وقوع پر اظہارِ خیال کیا اور طٰہٰ حسین نے بھی کلام منحول پر رائے زنی کی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں، ''اشعار جاہلیت مدت ہوئی میری نظر میں ہیں، لیکن میں نے ان پر چنداں توجہ نہیں کی۔ یہ اشعار ایسے ماخذوں سے جمع کیے گئے ہیں، مثلاً اغانی وغیرہ جن میں ضعاف اور موضوعات تک ہیں، البتہ ناقد خود صحیح اور موضوع کی تمیز کر سکتا ہے۔'' ۹۸

بیروت نے ایک قابل ذکر ادبی کام یہ کیا کہ ''شعراء النصرانیہ'' ۹۸ کے عنوان سے شائع کیا، جس میں وہ شعراء بھی شامل کیے گئے جو بعد میں آغوش اسلام میں آ گئے۔ علامہ رقم طراز ہیں، ''بیروت کے علماء نصارائے عرب خواہ جاہلیت کے ہوں، خواہ اسلام کے، ان سب کے اشعار کا ایک مجموعہ تیار کر کے چھاپنا شروع کیا ہے، ایک جلد چھپ چکی ہے، اس میں اخطل کا دیوان بھی ہے لیکن وہ مستقل تین جلدوں میں چھپ چکا ہے یہ آج تک کہیں نہیں مل سکا تھا، یورپ میں بھی اس کی تلاش تھی۔'' ۹۹

عبید بن الابرص ایک جاہلی شاعر ہے۔ امراء القیس کے معاصرین میں اس کا شمار ہے، اسے ایک طویل عمر ملی ۱۰۰، اس کے دیوان کے باب میں مولانا فراہی کو مطلع فرما رہے ہیں کہ نہایت پر تکلف انداز میں لندن سے انگریزی ترجمہ کے ساتھ شائع ہو گیا ہے ۱۰۱۔ اسی طرح مزید ایک اور اہم شعری اطلاع اس انداز میں فراہم کرتے ہیں کہ جریر و فرزدق کے مناقضات مع شرح نہایت اہتمام سے لندن میں چھپی ہے۔'' ۱۰۲

علامہ نے ''الانتقاد'' میں ایک جگہ 'حملت علی' استعمال کیا تو اس پر مولانا فراہی کو کلام ہوا۔ علامہ نے اپنی بات مدلل بنانے کے لیے جاحظ کا ایک اقتباس نقل کیا کہ، احملنا جميع من يتكلف قرأة هذا الكتاب على مر الحق و صعوبة الجد و ثقل المؤنة و حلية الوقار لم يصبر عليه مع طوله. ۱۰۴

مستشرقین:

علامہ شبلی نعمانی گو کہ انگریزی سے واقف نہیں تھے لیکن بعض دوسرے مآخذ اور ذرائع سے انگریزی مصادر کی روح تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔ اکثر مولانا فراہی سے اس مسئلہ میں دریافت کرتے، مثلاً مارگولیتھ کی کتاب کی خامیوں پر کس قدر اچھی گرفت کی ہے۔ لکھتے ہیں، ''سیرت کے لیے ایشیاٹک سوسائٹی میں بعض کتابیں دیکھی ہیں، انگریزی کتابوں سے جس قدر اقتباسات ہو رہے ہیں ان سے کذاب و افتراء کا عجیب منظر سامنے آ جاتا ہے۔ مارگیولوس پروفیسر آکسفورڈ سب سے بڑا عربی عالم ہے۔ اس کی ''لائف آف محمدؐ'' دیکھنے کے قابل ہے۔ لکھتا ہے کہ عبدالمطلب مطلب کے غلام تھے اور کعبہ آنحضرت ﷺ سے صرف سو برس پہلے کی عمارت تھی'' ۱۰۵۔ وغیرہ وغیرہ کام ہو رہا ہے، سیرت کی مآخذ اصلی صرف تین کتابیں ہیں۔ ابن ہشام، ابن سعد، طبری۔ ان کے تمام رواۃ کا استقصاء کر کے ان کے اسماء الرجال تہذیب وغیرہ سے مرتب کرا رہا ہوں کہ روایتوں کے انتقاد میں آسانی ہو۔'' ۱۰۶

علامہ نے ایک طرف جہاں مارگولیتھ پر تنقید کی، وہیں سیرت رسول ﷺ کے باب میں زبردست علمی رہنمائی بھی کی اور کئی عربی سیرتی لٹریچر کا ذکر بھی کیا۔ علامہ کو ان انگریزی کتابوں کی خصوصی تلاش ہوتی جو عربی یا اردو میں منتقل کی جاتیں علامہ کی

تصانیف اور مکاتیب دونوں سے مترشح ہے کہ آخذ و مراجع کی تلاش میں مستقل سرگرداں رہتے۔ یہی علمی اضطراب واشتیاق انسان کو اہل علم بنادیتا ہے۔ ایک دوسرے خط میں مارگیولیوس کے متعلق مزید اظہارِ خیال یوں کرتے ہیں کہ،''مارگیولیوس کا پایہ جرجی زیدان سے بہت بلند ہے۔ وہ اس مکار کا خوشہ چیں نہیں، اس کی وسعتِ نظر بے انتہا ہے۔ اگرچہ اسی کے ساتھ سخت بددیانت اور غلط نتائج نکالنے والا ہے۔ میں نے اس کی کتاب کا پورا ترجمہ کرالیا ہے، میور کے آخذ بالکل ضعیف و ناقابل اعتماد ہیں۔'' ۱۰۸

علامہ کے علمی استحضار کا یہ حال ہے کہ مارگیولوس کی حقیقت بتانے کے ساتھ ساتھ جرجی زیدان اور میور کے حقائق کو منظر عام پر لانے کی کس قدر خوبصورت کوشش کی ہے۔ یہ وہی میور ہیں جن کی علمی اور تحقیقی بددیانتوں کو دیکھ کر سرسید کا دل کباب ہوگیا تھا اور اس کی کتاب *Life of Mohammad* کا نہایت مستند و مدلل جواب خطبات احمدیہ کے نام سے ترتیب دیا۔ علامہ مستشرقین کی عیاریوں اور مکاریوں پر نگاہ رکھے رہتے، مشہور مستشرق کارلائل کی کتاب *The Hero As Prophet* کے متعلق رقم طراز ہیں،''کارلائل کی کتاب کا ترجمہ ہوگیا۔ اچھا ترجمہ کیا ہے، میرے کام کی چیز ہے۔'' ۱۱۰

علامہ کو مولانا فراہی کی طرح مولانا عبدالماجد دریابادی کی مدد سے بہت سے انگریزی مصادر سے آگاہی ہوئی اور بہت سے تراجم بھی کراتے، مثلاً ایک خط میں انہیں لکھتے ہیں،''نولدیکی کا مضمون متعلق قرآن مجید آپ نے ناتمام چھوڑ دیا، پورا کر کے بھیجئے۔ انگریزی کتابوں میں ایک کتاب قرآن مجید کی تاریخی ترتیب پر ہے اس کا یا اس کے اقتباسات کا ترجمہ ارسال فرمایئے۔'' ۱۱۱

ایک خط میں اسپنسر۱۱۲ کی کتاب کے شائع ہونے کی خبر دی ہے اور ایک خط کئی مستشرقین کے ذکر کے ساتھ قدرے ان کا تعارف بھی پیش کیا، مثلاً لکھتے ہیں کہ انگریزی ترجمہ کے لیے دو شخص مستقل ملازم تھے۔ ایک بی۔ اے اور ایک انٹر گریجویٹ، مارکیولیوس کی''لائف آف محمدؐ'' کا پورا ترجمہ اور سرولیم میور اور نولدیکی جرمنی کا آرٹیکل 'قرآن مجید' مندرجہ انسائیکلوپیڈیا اور باسورتھ ایم۔ اے اور میکڈانلڈ وغیرہ کے اقتباسات کا ترجمہ ہوا۔ نولدیکی جرمن کا بہت بڑا عربی داں عالم ہے، اس کے آرٹیکل کا پورا ترجمہ کیا گیا۔

ڈاکٹر اسپرنگر جرمنی ۱۱۵ عربی کا بہت بڑا ماہر تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری ۳ ضخیم جلدوں میں لکھی ہے، اس سے فائدہ اُٹھانے کا کوئی سامان نہیں۔

آپ پہلے یہ دریافت فرماکر لکھیں کہ وہاں اسلام اور جناب رسالت مآب ﷺ کی سوانح کے متعلق کیا کیا باتیں ہیں، جرمن و فرنچ کے ترجمہ کا کیا بندوبست ہوگا، فرنچ میں دوزی بڑا عربی داں گزرا ہے، اس نے عربی لغت میں جو اضافہ کیا ہے وہ عجیب و غریب چیز ہے اور میرے پاس ہے۔'' ۱۱۶

علامہ کے مذکورہ کلمات سے یہ مبرہن ہے کہ مختلف زمانوں کے مستشرقین کے علمی اور اسلامی خدمات، ان کے مبلغ علم، دسترس، تحقیقی نقائص سے کس قدر واقف تھے اور ان کی عربی زبان وادب سے متعلقہ کامیابیوں پر مولانا کی نظر تھی، وہ تراجم کے توسط سے ان کی گہرائیوں تک پہنچنے کی ممکن کوشش کرتے۔

علامہ کے مختلف خطوط سے واضح ہے کہ عربی زبان وادب، قرآنیات، اسلامیات اور استشراق پر ناقابل تصور وسعت نظر کے حامل تھے۔ آپ کے مقالات اور تصانیف سے یہ شہادت ملتی ہے کہ پورا عربی اور اسلامی ذخیرہ آپ کی نظر میں تھا، لیکن آپ

کی عربی دانی کا ایک بین ثبوت آپ کے عربی خطوط تھے جو بے شمار مصنفین، ادباء، شعراء اور محققین کو تحریر کیے گئے لیکن افسوس کہ اس کا حصول ممکن نہ تھا، اگر یہ خطوط مل جاتے تو ارباب علم کے سامنے بہت سے نوادرات منظر عام پر آتے اور عربی ادب نیز عرب ادباء کی بہت سی جہتوں کی دریافت ہوتی نیز عربی انشاء پردازی میں ایک اضافہ بھی، سید صاحب نے علامہ کے تین خطوط نقل کیے ہیں جن سے آپ کے عربی اسلوب نگارش کا اندازہ لگانا دشوار نہیں ہے۔ یہاں ایک خط سرسید احمد خاں کے انتقال سے متعلق ہے نقل کیا جارہا ہے،

نمی دانم حدیث نامہ چون است   ہمیں دانم کہ عنوانش بہ خون است

تزعت ارکان الملة!

اعنی انتقل السید أحمد خان بهادر الی جوار رحمة ربه و ذلک یوم‌الأحد ۲۷ مارس و تفرق شملنا إنی لا اقدر علی أن اشتغل بشیئی الا بعد برهة من الزمان. ۱۷

عربی زبان و ادب کے حوالے سے مکاتیب شبلی کی غیر معمولی اہمیت ہے بلکہ عربی مصادر و مراجع کی روح سے اسے دنیائے مکاتیب میں اولیت حاصل ہے۔ آج کے عہد جدید میں بھی عربی اسکالر اور محققین و مصنفین کے نزدیک ان خطوط کی بے پناہ افادیت ہے، ان میں نہ صرف ادباء و محققین بلکہ عرب وعجم کے اہل قلم اور مستشرقین کا جائزہ ملتا ہے، نیز ان کی تصانیف کے محاسن و مکاتب کا تذکرہ بھی، اسی طرح یہ خطوط قرآنیات کے بہت سے مباحث و مسائل کو سمیٹے ہوئے ہیں، نیز مولانا حمید الدین فراہی کا قرآنیات پر کس حد تک عبور تھا اس کی شہادت ملتی ہے۔ قرآنیات کے ماسوا مولانا فراہی کے بعض دیگر علمی گوشوں تک رہنمائی ہوتی ہے کہ انگریزی زبان اور بلاغت پر عبور حاصل تھا۔ قرآن کو ایک مدلل اور مستند صورت میں پیش کرنے کا سہرا مولانا کے سر جاتا ہے۔

ان مکاتیب کا جدید عربی زبان و ادب کے تعارف و تبصرہ میں نمایاں رول ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ہندوستانی مکاتیب فکر کو جدید عربی ادب کے شعراء اور اہل قلم سے یکسر نا آشنا تھے۔ رشید رضا، قاسم امین، فرید وجدی اور جرجی زیدان کی اصوات وافکار سے بے بہرہ تھے۔ علامہ نے لجنۃ الادب، سفرنامہ روم ومصر وشام، ندوۃ العلماء، اپنے تلامذہ اور اپنے مکاتیب کے توسط سے ہندوستان میں جدید عربی ادب کا رشتہ استوار کیا۔ علامہ کے سفرنامہ اور مکاتیب کے حوالے سے بے شمار مصری اخبارات ومجلات سے ہندوستانی شائقین علم باخبر ہوئے، جدید عربی زبان وادب کے تناظر میں علامہ نے فرمایا، اگر ہندوستانی علماء کرام نے خود کو جدید زبان وادب سے ہم آہنگ نہ کیا تو ہمارا رشتہ عربوں سے منقطع ہو جائے گا۔ ۱۸

خدا کا شکر ہے کہ علامہ کی جدید عربی ادب کے تئیں یہ ریاضتیں ثمر بار ہوئیں آج ہندوستانی جامعات اور مدارس میں خصوصی توجہ دی جارہی ہے، کیونکہ عالمی معیشت سے اس کا گہرا رشتہ ہے۔ جدید عربی کی ترویج اشاعت میں علامہ کی مخلصانہ کاوشیں آج بھی یہ پیغام دے رہی ہیں کہ اگر جدید عربی زبان وادب سے رشتہ استوار نہ کیا گیا تو ہم عالمی معیشت اور علوم و معارف کی ایک وسیع وعریض دنیا سے لاتعلق ہو جائیں گے۔

❁ ❁ ❁

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، عرب و ہند کے تعلقات، مولانا سید سلیمان ندوی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء (صفحات ۴۰۱) نیز دیکھئے، رجال السند و الہند الی القرآن السابع القاضی ابو العالی اطہر المبارکبوری، المطبعۃ الحجازیۃ، بومبائی، الہند، ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء (صفحات ۳۲۸)

۲۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں، مولانا حکیم سید عبدالحئی (ترجمہ: مولانا ابوالعرفان صاحب ندوی) مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۷۰ء (صفحات ۴۶۸) نیز دیکھئے: المسلمون فی الہند، اجنتا آفسٹ اینڈ پیکیجنگس لمیٹڈ، دہلی (بدون التاریخ) (صفحات ۱۱۵)

۳۔ اساطین عربی زبان وادب، ابوسفیان اصلاحی، شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، یوپی انڈیا، ۲۰۰۳ء، ص ۵۸۔۲۱

۴۔ سفرنامۂ روم ومصر وشام، علامہ شبلی نعمانی، ص ۲۳۲، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء، نیز دیکھئے، ایضاً، ص ۲۰۴۔۲۰۰

۵۔ مکاتیب شبلی، ۱/ ۳۱۲

۶۔ مکاتیب شبلی، ۱/ ۱۲

۷۔ زیلعی کی کتاب کا عنوان، ''نصب الرأیۃ الاحادیث الہدایۃ'' ہے اور یہ کتاب ''المجلس العلمی'' ڈابھیل سورت سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۸۔ ایضاً، ۱/ ۴۸

۹۔ ایضاً، ۱/ ۳

۱۰۔ ایضاً، ۱/ ۱۱۴

۱۱۔ ایضاً، ۱/ ۱۱۷

۱۲۔ ایضاً، ۱/ ۱۱۷۔۱۱۸

۱۳۔ ایضاً، ۱/ ۱۱۹

۱۴۔ ایضاً، ۱/ ۱۲۰، نیز دیکھئے، ایضاً، ۱/ ۱۲۵

۱۵۔ مکاتیب شبلی، ۱/ ۱۲۰

۱۶۔ ایضاً، ۱/ ۱۲۴

۱۷۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، فرید وجدی اور ان کے افکار، ابوسفیان اصلاحی، دارالمصنفین، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۹۴ء، ۲/۱۵۳، ص ۱۰۹۔۱۲۵، مارچ، ۳/۱۵۳، ص ۱۸۰۔۱۸۹

۱۸۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، مقالات شبلی (مرتبہ سید سلیمان ندوی)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، طبع دوم، ۵/ ۶۲۔۹۱۔

۱۹۔ المرأۃ المسلمۃ کا تعارف، ڈاکٹر جاوید احمد خان نے اپنی غیر مطبوعہ تھیسس ''مساہمۃ محمد فرید وجدی فی الادب العربی الحدیث'' میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع پر سطوت ریحانہ کی کتاب ''مصر میں آزادیٔ نسواں کی تحریک اور جدید عربی ادب پر اس کے اثرات'' لائق مطالعہ ہے۔

۲۰۔ مولانا آزاد نے فرید وجدی کی کتاب کا نچوڑ ''عورتوں کی آزادی اور فرائض'' کے عنوان سے پیش کیا ہے جو ۹۷ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۱۔ مکاتیب شبلی، ۱/۱۲۶

۲۲۔ ''الخصائص'' دو جلدوں میں ہے، اسے محمد علی النجار نے ایڈٹ کیا ہے اور اس پر ستر صفحات کا مقدمہ تحریر کیا ہے جس میں ابوالفتح عثمان بن جنی کے مقام و مرتبہ سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۵۲ء میں دار الکتب المصریہ سے شائع ہوئی۔

۲۳۔ مکاتیب شبلی، ۱/۱۳۹

۲۴۔ ''الیاذہ ہومیروس'' منظوم ترجمہ سلیمانی البستانی (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۵ء) کیا ہے، اور اسے اپنے والد محترم خطار سلوم نادر البستانی کے نام انتساب کیا ہے، ابتداء میں ہومر کا ایک مستند سوانحی خاکہ ہے، اس کے علاوہ سلیمان البستانی نے عبرۃ و ذکریٰ، تاریخ العرب، الاختزال العربی وغیرہ ترتیب دیا ہے، ''دائرۃ المعارف'' کی ترتیب میں بھی آپ کی مدد شامل رہی ہے۔ (الاعلام، ۳/۱۲۴)

۲۵۔ مکاتیب شبلی، ۱/۱۷۹

۲۶۔ یہ کتاب ۱۳۲۷ھ میں مطبع الشعب سے اور ۱۹۲۱ء میں مطبع الرحمانیہ سے شائع ہوئی۔ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے (معجم المطبوعات، یوسف الیاس سرکیس، مطبع سرکیس، مصر، ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء، ص ۱۴۳۷

۲۷۔ ایضاً، ۱/۲۴۱

۲۸۔ ایضاً، ۱/۲۴۱

۲۹۔ ایضاً، ۱/۲۴۴، اس کتاب کے مصنف کا نام زینب فواز ہے، جو مصری ہیں، لیکن ولادت شام میں ہوئی، ۱۹۱۴ء میں انتقال ہوا، آپ کی ایک کتاب کا عنوان ''الرسائل الزینبیۃ'' ہے جو مقالات پر مشتمل ہے۔ (معجم المطبوعات، ۱/۹۷۹)

۳۰۔ ''کتاب الانساب'' علامہ امتیاز علی عرشی کا ایک قابل قدر مقالہ ہے۔ دیکھیے، روئداد ادارہ معارف اسلامیہ، (اجلاس دوم) منعقدہ لاہور، ۱۰، ۱۱، ۱۲/ اپریل ۱۹۳۶ء، مجلس عاملہ ادارہ معارف اسلامیہ، لاہور، ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء، ص ۱۸۴۔۱۳۳

۳۱۔ مکاتیب شبلی، ۱/۲۰۵

۳۲۔ مکاتیب شبلی، (مرتبہ: مولانا سید سلیمان ندوی) مطبع معارف اعظم گڑھ، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء، ۲/۱۵

۳۳۔ یہ جیکسن کی کتاب ہے جو بیروت سے ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔ ۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ (معجم المطبوعات، ص ۷۰۲)

۳۴۔ مکاتیب شبلی، ۲/۲۰

۳۵۔ ایضاً، ۲/۲۲

۳۶۔ ایضاً، ۲/۲۴

۳۷۔ ایضاً،۲/۷۵

۳۸۔ ایضاً،۲/۷۴۔۸۵

۳۹۔ ابن ہشام کی حیات وخدمات کے لیے الروض الانف، وفیات الاعیان، البدایۃ والنہایۃ، انباہ الرواۃ، شرح السیرۃ وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

۴۰۔ مکاتیب شبلی،۲/۸۵

۴۱۔ ایضاً،۲/۹۷

۴۲۔ ایضاً،۲/۱۱۱

۴۳۔ ایضاً،۲/۱۱۱

۴۴۔ ابن حجر عسقلانی کی یہ کتاب ۶ جلدوں پر مشتمل ہے، جو دار احیاء التراث سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوئی۔

۴۵۔ مکاتیب شبلی،۲/۱۴۴۔۱۴۵

۴۶۔ ایضاً،۲/۱۴۵

۴۷۔ ایضاً،۱/۲۳۸

۴۸۔ ایضاً،۱/۲۵۱

۴۹۔ ایضاً،۲/۱۱۔۱۲

۵۰۔ جاحظ کی اس کتاب کے لیے دیکھئے، نظم قرآن: جاحظ کی ایک غیر معروف تصنیف کا تعارف، سکندر علی اصلاحی، جنوری۔دسمبر ۱۹۹۴ء، ۹/۱۔۲، ص ۷۔۵۵

۵۱۔ مقالات شبلی،۲/۱۲

۵۲۔ ایضاً،۲/۱۴

۵۳۔ ایضاً،۲/۱۵

۵۴۔ ایضاً،۲/۲۰

۵۵۔ ایضاً،۲/۳۷

۵۶۔ ایضاً،۲/۴۰

۵۷۔ ایضاً،۲/۴۰

۵۸۔ ایضاً،۲/۴۲ نیز ایضاً،۲/۵۰

۵۹۔ ایضاً،۲/۴۳

۶۰۔ ایضاً،۲/۴۵

۶۱۔ ایضاً،۲/۵۲

۶۲۔ ایضاً،۲/۵۸

۶۳۔ ایضاً،۲/۸۷

۶۴۔ ایضاً،۱/۴

۶۵۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، مصر میں مقالہ نگاری کا ارتقاء، ابوسفیان اصلاحی، اشاعت اول، ۱۹۹۸ء، لیتھوکلر پرنٹرس، علی گڑھ، ص ۹۵-۱۰۵

۶۶۔ مکاتیب شبلی،۱/۱۹۸

۶۷۔ ایضاً،۱/۱۹۹

۶۸۔ ایضاً،۱/۲۲۸

۶۹۔ ایضاً،۱/۲۳۴

۷۰۔ قاسم امین کے سلسلے میں دیکھئے، قاسم امین، ماہر حسن فہمی، مطبعۃ الموسسۃ المصریۃ، مصر، القاہرہ (صفحات ۲۳۷)

۷۱۔ دیکھئے، الانتقاد علی کتاب التمدن الاسلامی، الشیخ الستاذ شبلی النعمانی الہندی، مطبع آسی پریس، لکھنؤ، ۱۹۱۲ء (صفحات ۸۲)

۷۲۔ دیکھئے، الندوہ، جلد ۸

۷۳۔ مقالات شبلی، (مرتبہ سید سلیمان ندوی)

۷۴۔ مکاتیب شبلی،۱/۲۸

۷۵۔ ایضاً،۱/۲۸۲، ایضاً،۱/۱۸۹

۷۶۔ ایضاً،۱/۱۹۴، ایضاً ص ۲/۲۲۷

۷۷۔ سفرنامہ روم ومصروشام، مولانا شبلی نعمانی (باہتمام مسعود علی ندوی)، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء، ص ۲۳۳-۲۴۲

۷۸۔ مکاتیب شبلی،۱/۱۹۶

۷۹۔ دیکھئے، الاعلام، خیر الدین الزرکلی، دار العلم الملایین، الطبعۃ التاسعۃ، ۱۹۹۰ء، ۲/۳۲۹

۸۰۔ سویت سے اس مجلّہ کو جاری کیا تھا۔

۸۱۔ مکاتیب شبلی،۱/۱۴۱

۸۲۔ عربی اخبارات ومجلات کے لیے دیکھئے، الصحافۃ العربیۃ نشأتہا وتطورہا، ادیب مروہ، طبع اول، مکتبۃ الحیاۃ، بیروت ۱۹۱۶ء، ص ۴۳۶-۴۴۷

۸۳۔ ایضاً

۸۴۔ ایضاً

۸۵۔ ایضاً

۸۶۔ عربی صحافت کی ارتقاء کے لیے دیکھئے، تاریخ الصحافۃ العربیۃ، محمد صالحہ، سمیع ابوحقلی، دار الکاتب العربی (بدون التاریخ)

۸۷۔ ''المؤید'' کے ایڈیٹر شیخ علی یوسف اور شیخ علی ماضی تھے، اس کا اجراء ۱۸۸۹ء میں ہوا تھا

۸۸۔ مکاتیب شبلی، ۲/۱۸۱

۸۹۔ مکاتیب شبلی (باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی) طبع دوم، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۲۷ء، ۲/۱۶

۹۰۔ مکاتیب شبلی، ۱/۲۵۰-۲۵۱

۹۱۔ ایضاً، ۲/۱۰-۱۱

۹۲۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، مقالات شبلی (مرتبہ سید سلیمان ندوی) مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء، طبع دوم، ص ۱۳-۲۸

۹۳۔ جمہرۃ البلاغۃ پر دیکھئے، مولانا فراہی کے تنقیدی نظریات ''جمہرۃ البلاغۃ'' کی روشنی میں، علامہ حمید الدین فراہی، حیات و افکار، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء، ص ۵۳۳-۵۴۶

۹۴۔ مکاتیب شبلی، ۲/۲۰، ۹۴/۲، ایضاً، ۱/۳۰۶، ۹۴/۳، ایضاً، ۱/۲۴۱

۹۵۔ ایضاً، ۲/۱۱۵-۱۱۶

۹۶۔ وضاحت کے لیے دیکھئے، الادب الجاہلی، طٰہٰ حسین (مترجم: محمد رضاء انصاری) طبع اول، ۱۹۴۶ء، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی، ص ۱۸۸-۲۹۰

۹۷۔ مکاتیب شبلی، ۲/۱۱

۹۸۔ شعراء النصرانیۃ، دو جلدوں میں ۱۸۹۰ء کے اندر ''مطبعۃ الآباء المرسلین والیسوعیین'' (بیروت) سے شائع ہوئی۔

۹۹۔ مکاتیب شبلی، ۱/۲

۱۰۰۔ وضاحت کے لیے، الاعلام، الزرکلی، الطبعۃ التاسعۃ، نومبر ۱۹۹۰ء، بیروت، لبنان، ۴/۱۸۸

۱۰۱۔ مکاتیب شبلی، ۲/۱۱۱

۱۰۲۔ ایضاً، ۲/۴۸۔

۱۰۳۔ ایضاً، ۲/۳۵

۱۰۴۔ کتاب الحیوان

۱۰۵۔ اس سلسلے میں مارغلیوث کی کتاب *"Arabic Historian"* میں بے شمار خامیاں موجود ہیں، یہ کتاب ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۱۰۶۔ مکاتیب شبلی، ۱/۲۰۰-۲۰۱

۱۰۷۔ میور کی کتاب *"Life of Mohammad"* کا جواب سرسید احمد خان نے ''خطبات احمدیہ'' کے عنوان سے دیا ہے، اس کی ترتیب کے لیے سرسید نے اپنی بیگم کے زیورات تک فروخت کر دیے۔

۱۰۸۔ مکاتیب شبلی، ۱/۲۹۰

۱۰۹۔ یہ کتاب ممبئی سے شائع ہوئی ہے، ۵۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ اس کی دوسری کتاب سیرت کے موضوع پر ''محمد ابن محمد زرم'' ہے۔

۱۱۰۔ مکاتیب شبلی، ۱/۲۰۰

۱۱۱۔ ایضاً، ۲/۱/۳۰۱

۱۱۲۔ مستشرقین کے تعارف کے لیے دیکھئے، نجیب العقیقی کی مشہور کتاب ''المستشر قون'' جو تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے علاوہ دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ''اسلام اور مستشرقین'' پر ہونے والے سیمینار میں پیش کردہ مقالات کو''اسلام اور مستشرقین'' کے عنوان سے شائع کیا ہے، جسے صباح الدین عبدالرحمٰن مرحوم نے ترتیب دیا۔

۱۱۳۔ ایضاً

۱۱۴۔ ایضاً

۱۱۵۔ ایضاً

۱۱۶۔ مکاتیب شبلی، ۱/۳۱۴

۱۱۷۔ ایضاً، ۲/۱۱۶